Fikr-o-Nasar (Islamabad) 39:4 (2002)

منتخب التواریخ مؤلفہ محمد یوسف اٹکی
(تاریخ سندھ کا ایک غیر مطبوعہ مأخذ)

ڈاکٹر عارف نوشاہی ☆

منتخب التواریخ کے نام سے فارسی میں جو متعدد کتب تاریخ لکھی گئی ہیں[۱] ان میں سے شہرت اور مقبولیت صرف ملا عبدالقادر بدایونی (۹۴۷-۱۰۰۴ھ / ۱۵۴۰-۱۵۹۵ھ) کی تصنیف کو مل سکی اور بقیہ کتابیں اس کے مقابلے میں قدرے نظر سے اوجھل ہی رہی ہیں۔ انہی میں محمد یوسف اٹکی کی منتخب التواریخ بھی شامل ہے[۲]، جو مغلیہ دور میں لکھی جانے والی فارسی کتب تاریخ کے ایک مبصر کے خیال میں جامع التواریخ رشیدی کے بعد عمومی تواریخ کی جامع ترین کتاب ہے جس میں مروجہ علمی معیارات کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور وسعت معلومات کی بناء پر اسے تاریخ اور جغرافیے کا ایک دائرۃ المعارف قرار دیا جا سکتا ہے۔[۳] طرفہ یہ ہے کہ نہ تو کتاب اب تک شائع ہوئی ہے اور نہ ہی اس کے مصنف کے سوانح حیات دستیاب ہیں۔ منتخب التواریخ کے دیباچے میں مصنف نے خود کو "**الاتکی اصلاً و وطناً والکنعانی المولداً**" لکھا ہے۔[۴] اٹک کا تعین تو دشوار نہیں ہے کہ یہ پنجاب کا تاریخی قصبہ ہے، لیکن مصنف کا مولد کنعان تحقیق طلب ہے۔ کیا یہ وہی بین النہرین کا علاقہ کنعان ہے یا مصنف نے اپنے نام کی رعایت سے حضرت یوسف سے منسوب کنعان (فلسطین / ارض موعود) کا استعمال کیا ہے۔ یہ کتاب اس نے صلہ پانے کی اُمید میں ۱۵ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۷ء میں مکمل کر کے شاہ جہان کے نام معنون کی۔ البتہ کتاب میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف بعد میں بھی کچھ اضافات کرتا رہا۔ مثلاً شاہ عباس ثانی صفوی کے ذکر میں لکھا ہے: "درسنہ یک ہزار، ہفتاد وہفت ہجری ودیعت حیات سپرد"۔[۵] گویا ۱۰۷۷ھ تک اضافے ہوتے رہے۔

☆ ادارۂ معارف نوشاہیہ، ۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

منتخب التواریخ ایک عمومی تاریخ ہے جو حضرت آدم کے بیان سے شروع ہو کر شاہ جہان کی تخت نشینی (۱۰۳۷ھ) کے واقعہ پر ختم ہوتی ہے۔ مصنف نے اپنے مطالب کو ایک مقدمہ، پانچ قسم اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

-- مقدمہ: تخلیق کائنات وغیرہ پر بحث۔

قسم اوّل: پیغمبروں اور حواریوں کی تاریخ۔

قسم دوم: ربع مسکون کے بادشاہوں کے حالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے ہیں۔ اس کے پہلے باب میں ایرانی بادشاہوں کا اور دوسرے باب میں باقی دنیا کے سلاطین کا تذکرہ ہوا ہے۔

قسم سوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد خلفا کا تذکرہ المستعصم باللہ تک۔ اسی باب میں ائمہ اربعہ کے حالات بھی ہیں۔

قسم چہارم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایران، توران اور روم وغیرہ کے بادشاہوں کی تاریخ اور حالات۔

قسم پنجم: ائمہ، علماء اور عربی و فارسی گو شعرا اور عارفات کا تذکرہ۔

خاتمہ: سات اقلیموں اور اسلامی ممالک کے شہروں اور جغرافیائی مقامات کا حال۔

اس مضمون میں ہماری دلچسپی کتاب کی قسم سوم کے باب دوم کی ''فصل چہارم در بیان احوال رایان و حکام سند'' سے ہے۔ جس میں مصنف نے ابتدائے عہد رسالت سے لے کر سندھ پر اکبر کے قبضے تک حکومت کرنے والے پانچ طائفوں (سلسلوں) کی زمانی ترتیب کے مطابق تاریخ لکھی ہے۔ یہ پانچ طائفے حسب ذیل ہیں:

طائفۂ اوّل: یہ چار حکمران تھے۔ رائے سہی رس، ساہسی بن رائے سہی رس، چچ بن سیلاج، داہر بن چچ۔ اسی ضمن میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں فتح سندھ کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔

طائفۂ دوم: بنی مروان اور بنی عباس کی طرف سے سندھ میں گماشتگان جو محمد بن قاسم کی وفات کے بعد یہاں متعین رہے۔ یہ چھ آدمی تھے۔ احنف بن قیس، عامر بن عبداللہ، ابو الخطاب، داؤد بن علی، ابو العباس، عبدالرزاق۔

طائفہ سوم: سومرہ (۴۴۵-۶۸۰ھ)، اس میں بیس حکمرانوں کے حالات نہایت اختصار

کے ساتھ درج ہوئے ہیں۔

طائفۂ چہام: سمہ مشہور بہ جام (۶۸۰-۹۱۶ھ)، یہ سترہ حکمران تھے۔ آخری حکمران جام فیروز کا تذکرہ قدرے تفصیل سے ہوا ہے اور باقی حکمرانوں کا صرف نام کی حد تک ذکر ہوا ہے۔

طائفہ پنجم: ارغونیہ اور ترخانیہ، اکبر کے تصرف میں آنے تک سندھ میں ارغون اور ترخان طائفہ کے سات حکمرانوں کا تفصیلی تذکرہ۔ امیر ذوالنون ارغون، شاہ بیگ ارغون، میرزا شاہ حسن ارغون، میرزا عیسیٰ ترخان، میرزا محمد باقی ترخان، میرزا جانی بیگ ترخان، میرزا غازی بیگ ترخان۔

سندھ کے حکمرانوں کے تذکرے کے لیے مخصوص اس فصل کے علاوہ مصنف نے ''قسم پنجم'' میں ہندوستان کے دیگر بادشاہوں کی تاریخ کے ضمن میں بھی سندھ کی حکومتوں کا تذکرہ کیا ہے جیسے شمس الدین التتمش (۶۰۷-۶۳۳ھ / ۱۲۱۰-۱۲۳۵ء) کے زمانے میں ملتان، اُچ، سندھ میں ناصر الدین قباچہ کی حکومت کا ذکر اور فیروز شاہ تغلق (م:۷۷۰ھ) کی فتح سند کا واقعہ۔

مصنف نے سندھ کے حکمرانوں کی تاریخ لکھنے میں جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان میں تاریخ طبری، تاریخ نظامی اور تاریخ سند کے اسما شامل ہیں۔ تاریخ سند مولفہ میرا محمد معصوم بکری (۹۴۴-۱۰۱۴ھ) مصنف کے پیش نظر تھی۔ تاریخ نظامی سے مراد شاید تاج المآثر مولفہ حسن نظامی نیشاپوری (تصنیف ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء) ہے۔ مصنف نے کچھ معلومات سند کے لوگوں سے براہ راست بھی حاصل کی ہیں۔ جیسا کہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے۔: ''از سیاق کلام تاریخ سند چنان معلوم شد کہ مردم سمہ از ولایت کچھ بہ سند آمدہ بودند--- امادر تاریخ نظامی چنان مسطور است کہ اصل و نسل این طائفہ بہ جمشید بن طھمورث منتھی می گردد--- اما از بعضی مردم سند استماع افتادہ کہ ایشان از قریش اند کہ از ولایت شام بدیار سند آمدہ بودند''۔(۶)

منتخب التواریخ سے تاریخ سندھ سے متعلق چند اہم مطالب

۱۔ چچ بن سیلاج کی قابلیت کے بارے میں لکھا ہے:

"جوانی خوش منظر در نہایت فصاحت و بلاغت چچ نام حاضر آمد۔ حضار مجلس از فصاحت زبان و طلاقت لسان او حیران ماندند--- او در علم محاسبۂ دیوانی و لغات ہندی و سندی و خطوط مہارتی تمام داشت" (ورق ۱۰۵ الف)۔

اردو ترجمہ:

چچ نامی ایک خوبصورت نوجوان نہایت ہی فصاحت اور بلاغت کا مالک حاضر ہوا۔ حاضرین مجلس اس کی فصاحت زبان اور روانی لسان سے حیران رہ گئے۔ وہ علم حساب دیوانی اور ہندی اور سندھی زبانوں اور خطوط میں مکمل مہارت رکھتا تھا۔

۳۔ سمہ حکمران جام فیروز کے کردار کے بارے میں لکھا ہے:

"چون در عنفوان شباب جام فیروز بر تخت سلطنت بنشست، بساط عیش و نشاط مبسوط گردانیده اکثر اوقات بدرون حرم می بود۔ احیاناً کہ بیرون می آمد لولیان و مسخره ها در مجلس او می بودند و ہزلها و مسخر گیها [۱۱۳ الف] امی کردند و در زمان او مردم سمہ و ندیمان تعدی بر اهل شهر می نمودند و چون دریا خان مانع می شد بہ او اهانت می رسانیدند۔ بدین جهت دریا خان بہ موضع کاهان کہ جاگیر او بود رخصت گرفتہ رفت"۔

اردو ترجمہ:

جب جام فیروز نوجوانی میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا۔ وہ زیادہ وقت اپنے حرم سرا میں رہتا۔ اگر کبھی باہر آتا تو اس کی مجلس میں جو مُطرب اور مسخرے تھے وہ ٹھٹھا مخول کرتے رہتے۔ اس کے زمانے میں سمہ حکام اور اس کے ساتھی رعایا پر زیادتی کرتے تھے اور جب [فیروز کا عمدۃ الملک] دریا خان انہیں روکتا تو وہ اس کی بھی توہین کرتے۔ اسی لیے دریا خان [فیروز سے] اجازت لے کر اپنی جاگیر موضع کاہان چلا گیا۔

۳۔ دریا خان کے زمانے میں موضع کاہان میں ہرات سے علماء کی آمد:

’’ و درهمان ایام مخدوم عبدالعزیز ابهری محدث[۷] و مولانا اثیر الدین ابهری[۸] و مولانا محمد پسران اوکه هریکی عالمی تبحر بود، بموضع کاهان تشریف فرموده چند سال به افاده و نشر علوم پرداختند۔ و آمدن ایشان از هرات بسبب خروج شاه اسماعیل ماضی در شهور سنه ثمان و عشر و تسع مائة بود و مولانا مشار الیه جامع علوم نقلیه و عقلیه بود و تصانیف پسندیده در هرعلم دارد که یکی از آن جمله شرح مشکوة است و بر اکثر کتب متداوله حواشی[۹] نوشته اند و در همان بقعه بعالم بقا خر امیدند‘‘۔[۱۰] (ورق ۱۱۳ الف)

اردو ترجمہ

اسی زمانے میں مخدوم عبدالعزیز ابہری محدث اور ان کے بیٹے مولانا اثیر الدین ابہری و مولانا محمد جو سب عالم متبحر تھے [سندھ کے] موضع کاہان تشریف لائے اور چند سال تک لوگوں کو فیض رسانی اور علوم کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ یہ علما ہرات سے اس وقت ترک وطن کر کے آئے تھے جب ۹۱۸ھ میں شاہ اسماعیل صفوی نے ہرات پر قبضہ کر لیا تھا [اور وہاں کے علمائے اہل سنت کو اذیتیں دینا شروع کیں] مولانا موصوف علومِ نقلی و عقلی کے جامع تھے اور ہر علم میں ان کی عمدہ تصانیف ہیں۔ ان میں سے ایک شرح مشکوۃ ہے۔ انہوں نے اکثر متداول کتب پر حواشی بھی لکھے ہیں اور وہیں [کاہان میں] ان کا انتقال ہوا۔

۴۔ سندھ کے موضعات کاہان اور باغبان کی رونق:

’’ آن لشکر[ظهیر الدین بابر بادشاه] درهفدهم شهر ذیقعده سنه عشرین و تسع مائة قریه کاهان و باغبان را آمده تاختند۔ گویند که معموری آن دیار به حدی بود که درین تاخت هزار شتر از چرخ های باغات که کاری کردند بردند و چیز های دیگر بر این قیاس باید کرد‘‘۔[۱۱] (ورق ۱۱۶ب)

اردو ترجمہ:

"۱۷ ذیقعد ۹۳۰ھ کو جب ظہیر الدین بابر کا لشکر سندھ آیا اور کاہان اور باغبان قریوں کو تاخت و تاراج کیا تو کہتے ہیں کہ وہ علاقہ اس قدر آباد تھا کہ بابر کے لشکری اس لوٹ مار میں ایک ہزار اونٹ اپنے ساتھ لے گئے جو اس علاقے کے باغوں کے رہٹوں پر کام کرتے تھے۔ دوسری چیزوں کو بھی اس سے قیاس کرنا چاہیے۔

۵۔ شاہ بیگ ارغون کے ہاتھوں ٹھٹھہ کی بربادی:

" تا بیستم ماہ مذکور [محرم ۹۲۶ھ] شہر تتہ تاراج و غارت نمودہ خاک مذلت برفرق ساکنانش بر افشانند و مضمون کریمۂ "ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوها" [النمل/۳۴] بابلغ وجھی ظاہر گشت و بسیار از اھل و عیال مردم دربند افتادند۔ آخر بسعی قاضی قاضن کہ یکی از فضلاء آن عصر بود آن نائرہ غضب فرونشست و منادی فرمود کہ دیگر ہیچ کس متعرض اموال و عیال مردم تتہ نشود۔"
(ورق ۱۱۸ الف)

اردو ترجمہ:

۲۰ محرم ۹۲۶ھ کو شاہ بیگ ارغون نے ٹھٹھہ کو تاراج و غارت کیا اور اہل ٹھٹھہ کو اس طرح بے آبرو کیا کہ آیت (بے شک بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں) اپنے پورے مفہوم کے ساتھ ظاہر ہوگئی۔ لوگوں کے اہل و عیال قید ہوگئے۔ آخر کار اس زمانے کے ایک عالم قاضی قاضن کی کوشش سے غضب کی وہ آگ ٹھنڈی پڑی اور منادی کی گئی کہ اہل ٹھٹھہ کے اموال اور عیال سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔

۶۔ قلعہ بکھر کی تعمیر:

"بعد از چند روز شاہ بیگ بقلعۂ بکھر در آمدہ از دیدن آن قلعہ بغایت خوش حال گشتہ منازل و محلات شہر را ملاحظہ نمودہ میان امرا و سپاھیان قسمت فرمودہ و قلعہ را پیمودہ و بخش کردہ بہ امرا داد تا دست بدست تعمیر نمایند و قلعۂ الور را کہ

قدیم الایام پایتخت بود ویران ساختہ خشت پختہ آن را بہ بکھر آوردند و عمارات مردم ترک و سمہ کہ در حوالی بھکر بود اکثری را ویران ساختہ بہ عمارات قلعہ بکھر [۱۱۹ الف] بکار بردند و در اندک فرصت عمارت قلعہ را باتمام رسانیدند۔"

اردو ترجمہ:

کچھ روز کے بعد شاہ بیگ قلعہ بکھر میں آیا اور اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ شہر کے مکانات اور محلات دیکھے اور اپنے امرا اور سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے۔ قلعے کی پیائش کی اور مختلف حصے مختلف امرا میں بانٹ دیئے تاکہ دست بدست تعمیر ہو سکے۔ قلعہ الور جو پرانے زمانے میں پایہ تخت تھا اسے گرا کر اس کی پکی اینٹیں بکھر لائی گئیں۔ بکھر کے آس پاس ترک اور سمہ لوگوں کی جو عمارتیں تھیں ان میں سے اکثر کو گرا کر قلعہ بکھر کی تعمیر میں استعمال کیا گیا اور تھوڑی ہی مدت میں قلعے کی عمارت مکمل ہوگئی۔

۷۔ سندھیوں کا جنگ کا طریقہ:

" ناگاہ لشکر مخالفان از پیش نمایان شد و آن مردم بمجرد دیدن لشکر ھمہ بیک بار از اسب فرود آمدہ دستارھا از سر برداشتہ و گوشہ ھای چادر بایک دیگر بستہ بجنگ در پیوستند۔ واین قاعدۂ سند و ھند است کہ ھرگاہ بخود قرار کشتہ شدن می دھند از اسبان پیادہ شدہ سرھا برھنہ کردہ چادرھا و کمربندھا بیک دیگر می بندند۔" (ورق ۱۲۰ الف)

اردو ترجمہ:

[جب مرزا شاہ حسن ارغون جام فیروز سے لڑنے کے لیے ٹھٹھہ سے لشکر لے کر نکلا تو] اچانک اپنے سامنے مخالفین کا لشکر دیکھ کر سب کے سب اپنے گھوڑوں سے اتر آئے اور سروں سے دستاریں اتار دیں اور اپنی چادروں کے کونے ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر جنگ میں مصروف ہوگئے۔ یہ سندھ اور ہند والوں کا طریقہ ہے کہ جب جنگ میں اپنے تئیں مرنے کا عہد کر لیں تو گھوڑوں سے اتر آتے ہیں اور سر ننگے کر کے چادریں اور کمر بند (تہہ بند) ایک دوسرے کے ساتھ

باندھ لیتے ہیں۔

۸۔ مرزا محمد صالح ترخان (مقتول: ۲۳ شعبان ۹۷۰ھ):

''میرزا صالح ترخان کہ از سر آمد شجعان آن عصر بود و در اکثر حروب و کار زار لوازم شجاعت و جلادت بظہور آوردہ و فتوحات نمودہ، دادِ [۱۲۴ ب] مردی و دلاوری دادہ بود، از دست بلوچی ''مرید'' نام کہ پدر او را کشتہ بود، شربت شہادت چشیدہ۔ این مطلع از اوست:

بدان عزمم کہ در مُلک جنون سر از قدم مانم
متاع ہوش و دانش را ببازار عدم مانم''(۱۲)

اردو ترجمہ:

مرزا صالح ترخان اپنے عہد کا نامور دلاور تھا اور اکثر جنگوں اور معرکوں میں دادِ شجاعت دے کر فتوحات حاصل کر چکا تھا۔ ۹۷۰ھ مرید نامی ایک بلوچی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا، جس کا والد مرزا صالح کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ یہ مطلع اس کا ہے:

بدان عزمم کہ در ملک جنون سر از قدم مانم
متاع ہوش و دانش را ببازار عدم مانم

منتخب التواریخ کے مخطوطات

منتخب التواریخ کے جو مخطوطات مختلف کُتب خانوں میں موجود ہیں(۱۳)، عجیب اتفاق ہے کہ ان میں سے سوائے خدابخش لائبریری، پٹنہ کے بقیہ تمام نسخے نامکمل یا ناقص ہیں اور غالباً یہی وجہ ہوگی کہ یہ کتاب اب تک تدوین اور طباعت کے لیے نظر انداز ہوتی رہی ہے۔ خود میرے پاس منتخب التواریخ کا جو قلمی نسخہ موجود ہے وہ بھی ناقص ہے۔ یہ ''قسمِ اوّل'' سے ''آصف بن برخیا'' کے حالات سے شروع ہوکر ''قسمِ چہارم'' سے جہانگیر کے ضمن میں اس کی اعتماد الدولہ کی بیٹی سے خواستگاری کے ذکر پر ختم ہو جاتا ہے۔ گویا موجودہ حالت میں قسمِ اوّل اور قسمِ چہارم کے چند جزوی مضامین کے فقدان کے علاوہ اس نسخے

میں مصنف کا مقدمہ، قسمِ پنجم اور خاتمہ مکمل طور پر نہیں ہیں۔ یہ نسخہ کل ۱۵۵ ورق پر مشتمل ہے اس کے ابتدا میں ایک غیر متعلقہ ورق اس کے ساتھ مجلد ہے جس پر ''ہاشم فدوی بادشاہ غازی محمد شاہ ۱۱۳۲ھ'' کی مہر ثبت ہے۔ ممکن ہے یہ نسخہ منتخب التواریخ کی تلخیص ہو جس کا ذکر آگے آئے گا۔

منتخب التواریخ کی ایک تلخیص

انکی کی منتخب التواریخ اور سندھ کے حوالے سے ایک اور قابل ذکر اور دلچسپ بات یہ ہے کہ سندھ کے ایک فاضل منشی عبدالشکور بن عبدالواسع ٹھٹھوی نے بعہد عالمگیر ۱۰۸۴ھ / ۷۴-۱۶۷۳ء میں منتخب التواریخ کی ایک تلخیص ''انتخاب منتخب'' کے نام سے تیار کی۔ اس تلخیص کے دیباچے میں عبدالشکور نے اپنے خاندان کے بارے میں بتایا ہے کہ اس کے دادا ابوالقاسم بکھر میں پیدا ہوئے اور بہت بڑے عالم تھے۔ مرزا جانی بیگ ترخان والی ٹھٹھہ کے اتالیق تھے اور ۹۸۰ھ میں ٹھٹھہ آئے۔ مرزا محمد باقی کی وفات کے بعد جب مرزا جانی بیگ نے حکومت سنبھالی تو ابوالقاسم کو صدر ٹھٹھہ مقرر کیا۔ ابوالقاسم کے ابوالفضل کے ساتھ بھی مراسم تھے۔ ابوالقاسم کے بیٹے شیخ عبدالواسع (عبدالشکور کے والد) اپنے عہد کے بہترین خطاط اور انشا پرداز تھے۔ عبدالشکور نے منتخب التواریخ کی یہ تلخیص اس وقت تیار کی جب ان کی عمر چالیس سال سے اُوپر ہو چکی تھی گویا وہ ۱۰۴۴ھ / ۱۶۳۴ء سے کچھ پہلے پیدا ہوئے تھے۔ ''انتخاب منتخب'' کے مطالب کی ترتیب وہی ہے جو خود منتخب التواریخ کی ہے، البتہ سندھ کی ترخان حکومت کے ضمن میں عیسیٰ خان، باقی خان اور جانی بیگ کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ ترخانوں سے خاندانی وابستگی کی بناء پر عبدالشکور کے ذاتی اضافات ہوں۔[۱۴]

''انتخاب منتخب'' کے مخطوطات کتابخانۂ مجلس، تہران (شمارہ ۲۱۸)، ذخیرۂ سلام، شمارہ ۳۱۷/۸۷، مخزونہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، کتابخانۂ گنج بخش، اسلام آباد (شمارہ ۳۸۸۴) اور مجموعۂ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور (شمارہ ۴۶۸۸/۱۶۳۸) میں موجود ہیں۔

میر علی شیر قانع تتوی نے تحفۃ الکرام (تصنیف ۱۱۸۱ھ) میں منتخب التواریخ سے مطالب اخذ کیے ہیں اور تحفۃ الکرام کے مرتب سید حسام الدین راشدی نے اپنے حواشی اور تعلیقات میں منتخب التواریخ انکی کے مخطوطہ مملوکہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، حیدر آباد سے استفادہ کیا ہے۔[۱۵] اس نسخے کے مزید کوائف حاصل نہیں ہو سکے۔

حواشی

۱۔ منتخب التواریخ کے نام سے کم از کم بارہ فارسی کتب تاریخ موجود ہیں جو ایران اور ہندوستان میں مختلف مصنفوں نے تصنیف کی ہیں۔ دیکھیے: احمد منزوی، فہرستوارۂ کتاب ہای فارسی، تہران، ۱۹۹۵ء، جلد اوّل، ص ۶۵۹-۶۶۱

۲۔ محمد یوسف انکی کی منتخب التواریخ کا تعارف علاوہ فہارس مخطوطات کے، ادب کی بعض تاریخوں اور کتابیاتی جائزوں میں بھی مل جاتا ہے۔ مثلاً: آفتاب اصغر، تاریخ نویسی فارسی در ہند و پاکستان، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۳۳۵-۳۳۹؛ احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، جلد دہم، ص ۱۲۱-۱۲۲۔ وہی مصنف، فہرستوارہ (محولہ بالا)، ص ۶۵۹-۶۶۰۔ ظہورالدین احمد، پاکستان میں فارسی ادب، لاہور، ۱۹۷۴ء، جلد دوم، ص ۲۵۱-۲۵۳۔
Storey, Vol.I, P.127; Marshall,345

۳۔ آفتاب اصغر، ص ۳۳۹۔

۴۔ دیباچہ منتخب التواریخ، بحوالہ Storey, I, 127

۵۔ منتخب التواریخ، مخطوطہ ذاتی کتب خانۂ عارف نوشاہی، اسلام آباد، شمارہ ۴۴، ورق ۱۰۲ب۔ اس مضمون میں تمام اقتباسات اور حوالے اسی نسخے سے دیئے گئے ہیں۔

۶۔ ایضاً، ورق ۱۲۲ الف۔

۷۔ عبدالعزیز ابہری محدث کا ذکر عبدالباقی نہاوندی کی مآثر رحیمی میں بھی ہوا ہے اور وہاں سے نزہۃ الخواطر، جلد۴، ص ۱۷ میں نقل ہوا ہے۔

۸۔ اثیر الدین ابہری محدث کو اثیر الدین ابہری منجم اور منطقی سے الگ سمجھا جائے۔ ابہری منطقی کا زمانہ

ساتویں صدی ہجری/ تیرہویں صدی عیسوی ہے اور اس کا نام مفضل بن عمر مفضل تھا۔ دیکھیے: مقالہ ''اثیر الدین ابہری''، دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، تہران: جلد۶، ص ۵۸۶۔

۹۔ میر معصوم نے لکھا ہے کہ عبدالعزیز محدث ابہری کے حاشیہ مشکوۃ کا ایک مخطوطہ اس کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ نیز دیکھیے: دین محمد وفائی، تذکرۂ مشاہیر سند، جام شورو، ۱۹۸۵ء، جلد۲، ص ۲۱۹۔

۱۰۔ علمائے ابہر کے بارے میں جو بیان انگی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے وہ میر معصوم بکری کی تاریخ سند سے لیا گیا ہے۔

۱۱۔ سید حسام الدین راشدی نے تحفۃ الکرام، علی شیر قانع تتوی، (حیدر آباد، ۱۹۷۱ء، ص۴۴۸) کی تعلیقات میں ۱۷ ذیقعدہ ۹۲۱ھ [کذا: منتخب التواریخ میں ۱۷ ذیقعدہ ۹۲۰ھ] کو کاہان اور باغبان پر شاہ بیگ کے حملے کی تاریخ کو غلط بتایا ہے اور واضح کیا ہے کہ میر معصوم اور اس کی پیروی میں ترخان نامہ، منتخب التواریخ انگی اور تحفۃ الکرام میں یہ تاریخ غلط درج ہوئی ہے۔ صحیح تاریخ وہ ہے جو بابر نے بابرنامہ میں لکھی ہے یعنی ۱۷ ذیقعدہ ۹۲۴ھ۔

راشدی صاحب نے تحفۃ الکرام، حواشی صفحات ۹۴-۹۷ میں طائفہ سوم سومرہ کے بارے میں منتخب التواریخ کی پوری عبارت نقل کر دی ہے۔ راشدی صاحب نے اس ضمن میں اظہار تعجب کیا ہے کہ انگی نے لکھا تو یہ ہے کہ سومرہ خاندان کے ۲۲ لوگوں نے حکومت کی لیکن نام ۲۰ لوگوں کے دیئے ہیں (ص۴۸۶)۔ راشدی صاحب نے جس نسخے سے استفادہ کیا ہے غالباً اس میں سہو کتابت سے عبارت ''بیست و دونفر'' نقل ہوئی ہو، ورنہ میرے نسخے میں ''بیست نفر'' (ورق ۱۱۱ب) ہی لکھا ہے۔ البتہ میرے نسخے میں دودہ بن بھونگر کے حالات کے بعد بقیہ حکمرانوں کے حالات ترک ہیں اور صرف اسما اور مدت حکومت لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس کے بعد آخری حکمران ھمیر کے حالات لکھے گئے ہیں۔ میرے نسخے میں ھمیر کے حالات کے بعد مصنف کا وہ تبصرہ بھی موجود نہیں جس میں اس نے کہا ہے کہ میر معصوم بکری نے اختصار سے کام لیا تھا اور میں نے سندھ کے لوگوں سے تحقیق کر کے بقیہ حالات لکھے ہیں۔ یہ تبصرہ راشدی صاحب کے زیر استعمال نسخے میں درج ہوا ہے۔ (تحفۃ الکرام، ص۹۷)۔

راشدی صاحب نے سلطان محمود خان بن میر فاضل کوکلتاش کے حالات کے ضمن میں حاشیے میں منتخب التواریخ کی پوری عبارت نقل کی ہے (ص۱۹۴)۔ راشدی صاحب کی منقولہ اور میرے نسخے

کی عبارتوں میں معمولی اختلاف ہے لیکن یہ اہم ہے۔ مثلاً:

راشدی	نسخہ نوشاہی
-احمد خواجہ بواسطۂ بملک محمود نان دہ میرسد۔	احمد خواجہ بہ واسطہ بملک محمود--- (۱۲۳ب)
-احمد خواجہ دو پسر داشتہ	احمد خواجہ دو پسر داشتہ، عاقل خواجہ و عادل خواجہ (ایضاً)

۱۳۔ نسخوں کی تفصیل انہی مأخذ میں موجود ہے جن کے اسا احمد منزوی کی فہرستوارہ (محولہ حاشیہ۱) میں درج ہوئے ہیں۔

۱۴۔ نورالحسن انصاری، فارسی ادب بعہد اورنگزیب، دہلی ۱۹۶۹ء، ص ۴۶۹-۴۷۹۔ انصاری نے نسخہ علی گڑھ استعمال کیا ہے۔ احمد منزوی، فہرست مشترک، جلد۱۰، ص ۱۲۲-۱۲۳؛ Storey, I/127

۱۵۔ تحفۃ الکرام، میر علی شیر قانع تتوی، تصحیح و تحشیہ سید حسام الدین راشدی، حیدر آباد، ۱۹۷۱ء ص۵۰۵۔